نیا چاند

عاصم ندیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیا چاند

عاصم ندیم

عاصم ندیم

نستعلیق مطبوعات

F-3 الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

0300-4489310 / 0423-7351963

E-mail: nastalique786@gmail.com

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝

القرآن

نام کتاب	نیا چاند
شاعر	عاصم ندیم
سرورق	عبید
باراول	جون ۲۰۱۴ء
کمپوزنگ	التمش مبین
مطبع	حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
قیمت	250 روپے

نستعلیق مطبوعات

F-3 الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

0300-4489310 / 0423-7351963

E-mail: nastalique786@yahoo.com

انتساب

پیارے والدین

کے نام

فہرست

عاصم ندیم اور اُس کی شاعری

میرے نزدیک شاعری کا حاصل یہ ہے کہ اس کے سبب سے میری بہت سے اچھے لوگوں سے ملاقات ہوئی جو وقت کے ساتھ ساتھ دوستی میں بدل گئی اور ان میں کچھ دوست ایسے بھی ہیں آج جن کی دوستی پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ عاصم ندیم سے بھی ملاقات کا وسیلہ شاعری بنی۔ وہ میرے فیس بک فرینڈ بنے اور پھر اپنی اچھی شاعری اور شخصی خوبیوں کی وجہ سے دل کے بہت قریب آ گئے۔ وہ اگرچہ کافی عرصہ سے برطانیہ میں مقیم ہیں مگر مجھے ایسے لگتا ہے جیسے وہ یہیں کہیں میرے آس پاس رہتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے جتنی محبت و عقیدت رکھتے ہیں مجھے بھی وہ اتنے عزیز ہیں۔ رہا جہاں تک شاعری کا سوال تو میں اکثر مشاعروں میں نظامت کے دوران کہا کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اچھا انسان ہونا اولیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اچھا انسان ہے تو پھر وہ اچھا شاعر اور ادیب بھی ہوگا۔ برے انسان کو میں شاعر ادیب نہیں مانتا۔ جہاں تک عاصم کی ذات اور شاعری کا تعلق ہے تو درحقیقت میرے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ وہ شاعر اچھا ہے یا انسان اچھا ہے۔ اُس کی شاعری بھی اُس کی شخصیت کی طرح دلپذیر ہے۔ غزل ہو یا نظم اُس کے ہاں اچھوتے موضوعات اور دل کو موہ لینے والی شاعری ہے۔

وطن سے دور بیٹھ کر برطانیہ جیسے ملک کی مصروف زندگی میں شعر و ادب کے لیے وقت نکالنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عاصم ندیم شعر و ادب کی دنیا میں شوقیہ فنکار نہیں بلکہ شاعری اُس کو مسئلہ ہے۔ اگر وہ شعر نہیں کہے گا تو پھر اور کوئی کام بھی نہیں کر پائے گا۔ اس کمٹمنٹ کے شعراء ہی ترقی کے زینے طے کرتے ہیں۔ میں عاصم ندیم کو اوّلین شعری مجموعے ''نیا چاند'' کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

حکیم سلیم اختر ملک

لاہور

''نیا چاند''

ادب سرحدوں کا پابند نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ انسانی رویوں، رشتوں، کیفیات اور احساسات کی نمائندگی کرتا ہے۔ جنہیں ملکوں ملکوں تقسیم نہیں کیا جاسکتا لیکن مٹی سے وابستگی کسی بھی حساس انسان کی میراث ہوتی ہے۔ اور وراثت اگر قوت بن جائے تو کسی بھی شاعر کی حساسیت کو نمو کے رنگوں کا عکاس بنا دیتی ہے اور نمو کے یہی رنگ عاصم ندیم کے قلم سے مترشح ہو کر قرطاس کی آغوش میں گلزار کھلاتے چلے جاتے ہیں اور مصرعوں کی شاخوں پر کھلنے والے یہ پھول اس طرح نئی بہار کے غماز ہو جاتے ہیں جس طرح آفاق پر جگمگاتا ایک ''نیا چاند''

زاہد شمسی

ڈائریکٹر شعبہ ادبیات

عالمی مجلس اقبال

"نیا چاند" اور عاصم ندیم

عمدہ شاعری اسلوب اور خدوخال اپنے موجودہ زمانے سے تشکیل دیتی ہے۔ عاصم ندیم ایک تازہ کار شاعر ہے۔ میں نے اُسے جستہ جستہ پڑھا ہے۔ اس کی شاعری کا تمام منظر نامہ اسی خاکدان کی علامتوں سے نمو پذیر ہوا ہے۔ اس کی شاعری میں اچھی شاعری کے تمام خوشگوار امکانات موجود ہیں۔ اپنی ممکنہ شعری اپروچ (Aproach) سے اُس نے اپنے ہونے کا نقش اوّل اس خوبصورت مجموعے کی شکل میں پیش کیا ہے جسے میں لائق تحسین سمجھتا ہوں اور اسے اس مجموعے کی مبارک باد دیتا ہوں اور اس کے مستقبل کے لیے دعا کرتا ہوں۔

افضل گوہر راؤ

"نیا چاند"......عاصم ندیم

شاعری کا پھول ہر شخص کے اندر نہیں کھِلتا۔ اس کے لیے قدرت خود لوگوں کا انتخاب کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں کی آبادی والے شہروں میں گنتی کے لوگ ہی شاعر ہوتے ہیں۔ شاعری کی بیلیں گداز دلوں اور زرخیز اذہان میں ہی پھلتی پھولتی ہیں اور اُن پر آنے والے پھول شاعر کو ہی نہیں بلکہ اُس کے ارد گرد کے ماحول کو بھی معطر بنا دیتے ہیں۔ شاعری عطیہ خداوندی ہے اور بلاشبہ کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ عاصم ندیم اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ شاعری کی دیوی اُن پر مہربان ہے۔ انھوں نے اپنی بیاض میں جو لفظوں کی آبیاری کی تھی۔ مصرعہ مصرعہ جو غزلوں اور نظموں کی کیاریاں سینچی تھیں۔ ان میں اب پھول کھلنے لگے ہیں اور "نیا چاند" کے طلوع ہوتے ہی اُن پھولوں کی خوشبو نہ صرف اُن کے اپنے در و دیوار کو معطر کرنے والی ہے۔ بلکہ سرحدوں کو بھی پھلانگنے والی ہے۔ عاصم ندیم سے اگرچہ میری صرف دو مختصر ملاقاتیں ہیں مگر مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ میرے بچپن کا دوست ہے۔ ہم مزاج لوگوں کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ہم عمر بھر رہتے ہیں مگر درمیان ایک اجنبیت کا جو پردہ حائل ہوتا ہے وہ کبھی نہیں سُرکتا اور کچھ لوگ لمحوں میں اجنبیت کی دیواریں گرا کر ہمارے پہلو میں آ کھڑے ہوتے ہیں۔ ندیم

عاصم ندیم میں یہ خوبی ہے کہ وہ اپنی محبت اور خوش خلقی کے ذریعے لوگوں کے دل جیتنے کے ہنر سے آشنا ہے۔ شاید اسی وجہ سے اُس کی شاعری چاند اور خوشبو میں گندھی ہوئی ہے۔ "نیا چاند" کی شاعری نئے چاند جیسی ہے اور عاصم کی شخصیت خوشبو جیسی ۔۔۔ اُمید ہے۔ قارئین اس سے روشنی بھی حاصل کریں گے اور اُن کے ادبی ذوق کی سانسیں بھی معطر ہوں گی۔ میں عاصم ندیم کو پہلے مجموعے کی اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں وہ اسی جوش، لگن اور ولولے کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے گا۔

حسن عباسی

لاہور

میری شناخت

جب صبح کی پہلی کرن نے میرے کمرہ کی کھڑکی پر دستک دی تو ساری رات کی میری جاگی آشفتہ آنکھیں یہ دیکھ کر دنگ رہ گئیں کہ رات بھر کا جاگا چاند سورج کی کھوج میں بیٹھا اپنی آنکھیں موند رہا ہے اور ثابت کرنے کی کوشش میں ہے کہ وہ شب کے پہلو میں خوب سویا ہے۔ مگر میں اپنی تھکی آنکھیں چہرے کی پیلی رنگت چھپانا چاہوں بھی تو نہیں چھپا سکتا ہوں کہ یہی تو میری شناخت ہیں۔ زندہ ہونے کی علامت ہیں۔

پورا نام...... عاصم ندیم۔ والد کا نام...... منظور حسین۔ میں نے ۱-۲-۱۹۸۱ کو گجرات کے ایک غریب گھر میں آنکھ کھولی۔ والد صاحب ریلوے میں ملازم تھے۔ وسائل کی کمی کے باعث میٹرک تک ہی تعلیم حاصل کر سکا جو میں نے میٹرک کرنے کے بعد چار سال پرائیویٹ جاب کی پھر رزق کی کھوج مجھے ۲۰۰۲ء میں انگلینڈ لے آئی۔ میں کہتا ہوں پردیس ایسی قبر ہے جس میں عذاب مرنے کے بعد کم ہوتا ہے۔

پردیس ایسی قبر ہے عاصم جس میں
کم ہوتا ہے عذاب مرنے کے بعد

شاعری سے لگاؤ بچپن سے تھا۔ میرے چچا محمد الیاس قمر شاعر ہیں۔ ان سے ڈائیری لے کر پڑھتا رہتا تھا اور یوں مجھے بھی شوق پیدا ہوا۔ سب سے پہلی نعت ۱۵ سال کی عمر میں

لکھی پھر گھریلو حالات کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ رہی۔ بعد میں انگلینڈ آنے کے بعد رزق کمانے میں لگ گیا۔ اس وجہ سے لکھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ ۲۰۱۰ء میں ۸ سال بعد جب پہلی بار پاکستان گیا تو ذہنی سکون ملا۔ گھر والوں سے اور دوستوں سے مل کر واپس آ کے ۲۰۱۲ء میں آزاد لکھنا شروع کیا۔ کیوں کہ علم عروض کے بارے میں لاعلم تھا۔ فیس بک پر اپنے اشعار پوسٹ کرنا شروع کیے۔ بہت تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر ایک روز بہت ہی پیارے دوست شاکر علی شاکر بھائی اور اسماعیل اعجاز صاحب سے فیس بک پر ملاقات ہوئی۔ انھوں نے علم عروض کے بارے میں بتایا اور سمجھایا بھی اور پھر خود محنت کرنا شروع کی اور آج اس قابل ہوا ہوں ذہن میں موجود منتشر سوچوں کو قرطاس پر اُتار سکتا ہوں۔

تعلیم زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے پہلے اتنا مطالعہ نہ کر سکا لیکن اب میں اتنا تو جان ہی گیا ہوں کہ ادب اور ادبی زبان کا عام زبان سے امتیازی خط تو کھینچا جا سکتا ہے تاہم جس لہجے کو معاشرہ بہتر شستہ اور مزین گردانے وہ ادب ہے اور ظاہر ہے اس کی بنیاد جمالیات پر ہوتی ہے۔ زبان میں جوں جوں جمالیات داخل ہوتی جائے گی وہ ادب بنتی چلی جائے گی۔

سبھی خواب حقیقت کا روپ نہیں دھارتے مگر کئی خواب ہماری لگن کا ایندھن ثابت ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو دریافت کرنے کی لگن اپنی ذات کو کھوجنے کا جنوں خود آ گہی کا ایسا سفر جس کی ابتدا ہمارے اختیار میں نہیں مگر اس کو جاری رکھنا ہماری مجبوری ہے اور مجبوری کو اگر ارادے کی سند مل جائے تو سفر بامراد ٹھہرتا ہے۔ زندگی لاتعداد ہے۔ چہرہ خوابوں کا نامانوس عکس ہے۔ اس کے کینوس پر پورے عرصہ عمر میں خوابوں اور تمناؤں کی رنگ آمیزی جاری رہتی ہے۔ مگر نقش کسی کسی کے واضح ہو کر اُبھرتے ہیں اور شاہ کار تو کوئی ایک آدھ ہی بن پاتا ہے۔ یہ وہ فن ہے جس نے بے ہنر اور باہنر دونوں کو ہی آزمانا ہے۔ اپنی ذات کی دریافت دراصل مجسمہ سازی کا وہ فن ہے جس میں ہمارے ہاتھوں میں تیشہ تھما

کر ہمیں اپنی ہی تراش خراش پر مامور کر دیا جاتا ہے کہ جاؤ اور خود کو چاہے کتنا ہی زخمی کرو درد سہو چوٹ کھاؤ مگر خام سے کندن، پتھر سے ہیرا اور چٹان سے مجسمہ بن کے دکھاؤ ہمیں اس کوشش میں اکثر خود کو زخمی کرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہو پاتا۔ ہاں زندگی کا سفر ضرور تمام ہو جاتا ہے۔

انسان ہمیشہ لاحاصل کے پیچھے بھاگ کر تسکین محسوس کرتا ہے۔ میں منزل کو سراب ہی سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک سفر ہی اساسِ حیات ہے۔ منزل کی ضرورت صرف اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے بہلاوے کے سہارے سفر خوش گوار گزرتا ہے۔ منزل مجمد بہشت کے سوا کچھ اور نہیں۔ بس ایک لاگ ہے اور لاگ تو جس تن لاگے وہ ہی جانے۔ مجھے زندگی خوابوں اور سرابوں سے پیار ہے۔ مجھے لاگ، لگن اور لاحاصل جستجو پسند ہے۔ میرے نزدیک انسانیت سب سے پہلا مذہب ہے اور امن و آزادی سب سے بنیادی حق زندگی۔

میں محسوسات کے اس جہان کا باسی ہوں جہاں نوکِ خار پر شبنم کا لرزتا وجود بھی صلیب پر لٹکا نظر آتا ہے اور جہاں کسی معصوم بچے کی مسکراہٹ کائنات کا سب سے حسین منظر دکھائی دیتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ میرے وطن کا کوئی آنگن بے چراغ نہ ہو اور اس کی منڈیروں پر کبھی اُداسیوں کی دھوپ نہ اُترے۔ کیوں کہ محبت سے وسیع کوئی جاگیر نہیں اور امن سے بڑھ کر کوئی سکھ نہیں۔ بے یقینی کی فضائیں ہماری زندگی کو زندان خانے میں بدل دیتی ہیں۔ جہاں نااعتباری کی سلاخوں کے پیچھے ہم قید تنہائی کے اسیر بن جاتے ہیں۔ روزنِ زنداں سے چپکے سہمے وجود اُمید اور یقین کی شامیں بے چراغ ہو جائیں تو راتیں طویل بوجھل اور سرد ہو جایا کرتی ہیں۔ ایسے کڑے امتحانوں میں اپنے اپنے من کا دیا جلا کر صبح زندگی کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کا سارا حسن اس کے ہونے میں ہے۔ زندگی ہر آنکھ میں بے شمار خوابوں کی چلمنیں سجاتی ہے۔ زندگی نے مجھ پر محبت و آگہی کے بے شمار دریچے وا کیے۔ مجھے اس کی

کڑواہٹیں اور تلخیاں بھی اتنی ہی عزیز ہیں جتنی اس کی نوازشیں اور عنایتیں۔ مجھے اس سے پیار ہے۔ اس لیے میں نے اس کے ہر روپ کو دل و جان سے تسلیم کیا ہے۔ کہیں یہ کھلی بانہوں کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر ہوتی ہے تو کہیں نظریں چرائے روٹھی اکھڑی اُکھڑی منہ پھیر کے راستہ بدلتی دکھائی دیتی ہے۔ مجھے تو ان لمحوں میں بھی اس کی محبت کا یقین کامل رہا۔ جب مجھے یہ درد کے بندھنوں میں اسیر دیکھ کر شان بے نیازی سے میرے پاس سے گزرتی رہی ہے۔ زندگی کا یہی پیار اور وارفتگی اس کی یہی شوخیاں اور کج ادائیاں میری نظموں، غزلوں اور شعروں میں جھلکتی ہیں۔

میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ شعر بادل کی طرح مجھ پر چھا جاتا ہے اور برسات کی طرح ٹوٹ کر برستا ہے۔ جوں جوں میرا تن من اس کے قرب سے بھیگتا جاتا ہے توں توں میری روح سلگتی جاتی ہے۔ تن سیراب بھی ہو جائے تو من جلتا رہتا ہے۔ بادل کی دھند سلگتی آگ کے دھوئیں میں کب بدل جاتی ہے مجھے پتا ہی نہیں چلتا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ لفظ اور قلم کا رشتہ بہت نازک ہے میرے بے ہنر ہاتھوں میں لرزتے قلم کی زبان ٹوٹے بکھرے لفظ تخلیق کرتی رہتی ہے۔ لفظوں کے تانے بانے بکھرتے ٹوٹتے اُلجھتے سنورتے رہتے ہیں۔ مجھے اس کا بخوبی ادراک ہے کہ میرا شعر سے رشتہ ہنوز مضبوط نہیں ہو سکا اور مجھے اس کے رمز و ایما نزاکتوں اور لطافتوں کو سمجھنے میں ابھی طویل ریاضت درکار ہے۔ مگر اس کے باوجود میں اپنے اس شعری سفر کی حامل پہلی کتاب کو منظر عام پر لانے کا جتن کر رہا ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس کتاب میں میرے شعری سفر کی لغزشیں اور کوتاہیاں شعر آشناؤں سے چھپی نہیں رہیں گی۔ مگر مجھے بے چہرہ خوابوں کا چہرہ تراشنے کی جستجو اور اپنے شخص کی لگن اس کی اشاعت پر مسلسل مائل کرتی رہی ہے۔ یہ کتاب کسی بچے کی تحریر کردہ اس پہلی تختی کی مانند ہے جو اس کے لیے شاہکار اور ناقد کے لیے بے کار بھی ہو سکتی ہے۔ مگر یہاں

مجھے مارشل کا ایک قول یاد آ رہا ہے کہ کوئی شک نہیں کہ میرے کپڑے پھٹے پرانے ہیں لیکن یہ میرے اپنے ہیں۔

میری کتاب زندگی کے رویوں اور روایتوں کا ردِ عمل بھی ہے اور ایک مرد کے محسوسات کا اظہار یہ بھی جو بحیثیت انسان اپنی تمام تر داخلی و خارجی کیفیات کے برملا اظہار کی خواہاں ہے ہر انسان اظہار ذات کے لیے مختلف ذرائع اپناتا ہے۔ میرے پاس دو ہی طریقے ہیں یا اپنے قلم کو زبان بناؤں یا اپنے برش اور رنگوں کے ساتھ کھیل کر اپنے ہونے کا ثبوت کتاب کی نوک پلک سنوارنے اور اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے میں اپنے ان رہنماؤں اور بھائیوں کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھیں آمین اور اگر ان جیسے ادب کے مالی ہوں تو ادب کا یہ گلستان کبھی نہیں مرجھا سکتا۔

عاصم ندیم

حمد باری تعالیٰ

یہی شمس بھی تو ہے کہہ رہا تری شان جلِ جلالہٗ
ہے قمر میں بھی تری ہی ضیا تری شان جلِ جلالہٗ

تو دلوں کے بھید ہے جانتا مرے سب گناہوں کو بخش دے
مری زندگی ہے ترِی عطا تری شان جلِ جلالہٗ

تو ہی نفرتوں کو یوں دور کر یہاں چاہتوں کا ظہور کر
میں تجھی سے کرتا ہوں یہ دعا تری شان جلِ جلالہٗ

میں تو ذکر تیرا ہی کرتا ہوں تجھی تو ہے سُنتا مری دعا
تو معاف کردے مری خطا تری شان جلِ جلالہٗ

تو رحیم ہے تو کریم ہے تو غفور ہے تو شکور ہے
ترے نام ہیں یہ مرے خدا تری شان جلِ جلالہٗ

مرا ہر عمل تری جستجو مرا فعل ہے تری آرزو
میں تو کرتا ہوں تری ہی ثنا تری شان جلِ جلالہٗ

ترا ذکر اب ہے بقا مری یہی زندگی کا حصول بھی
مرے جان و دل تجھی پر فدا تری شان جلِ جلالہٗ

نعت

مرے سر پہ جو عشق کا آسماں ہے
رسولِ خدا مجھ پہ یوں مہرباں ہے

گناہوں کی یہ دھوپ بھی سرد ہوگی
درودوں کا سر پر مرے سائباں ہے

زماں سے کہیں دور جاتا ہوں جس دم
عقیدت کی دل میں مرے کہکشاں ہے

میں ہوں آج جو کچھ کرم ہے یہ تیرا
مری زندگی کی یہی داستاں ہے

وہ نبیوں کے شہ رب کے پیارے نبی ہیں
بشر ہیں وہ ناداں ترا یہ گماں ہے

کروں اور کیا میں ثنائے محمدؐ
انہی کے لیے تو بنا یہ جہاں ہے

وہ جنت مقدر بنے گی مرا اب
محمدؐ کی چاہت جو دل میں نہاں ہے

ہے کیوں چاشنی تیرے لہجے میں عاصم
مدینے کا منظر نظر میں نہاں ہے

منقبت امام حسینؑ

مقبول عرش پہ ہے شجاعت حسینؑ کی
کیسے تو سمجھے کیا یہ فضیلت حسینؑ کی

میں ہوں حسینؓ سے تو ہے شبیرؓ مجھ سے یوں
کر دی بیاں نبی نے فضیلت حسینؑ کی

مجھ کو تو غم نہیں مرے رہبر حسینؑ ہیں
میرے لیے ہے کافی شفاعت حسینؑ کی

اپنے حسینؑ کو نہ تھی حاجت بہشت کی
جنت کو تھی مگر جو ضرورت حسینؑ کی

ایمان ہے مرا یہ قیامت کے دن ہمیں
جنت میں لے کے جائے محبت حسینؑ کی

مدحت حسینؑ دیتی ہے تم کو جواب سکوں
عاصم ہے تم پہ سب یہ عنایت حسینؑ کی

○

مری آنکھوں کی بس تمھی روشنی ہو
تمھی عشق ہو اور تمھی زندگی ہو

کبھی دھوپ ہو اور کبھی تم ہو بارش
کبھی روشنی تم کبھی تیرگی ہو

عطا کر مجھے وصل کا کوئی لمحہ
کہ وہ پل مرے واسطے اک صدی ہو

تمھیں چاندنی کہہ رہا ہوں میں زینت
تمھی گُل کی رونق تمھی تازگی ہو

اگرچہ مری روح کا پیرہن تم
نہیں بات کرتے عجب آدمی ہو

رُلا آج عاصم کو پھر سے ذرا تو
کہ زخموں میں اس کے ذرا گدگدی ہو

○

تمہاری یاد کا ہر لمحہ اس نگاہ میں ہے
یہ سوزِ عشق کئی دن سے اپنی آہ میں ہے

میں دید کے لیے ہوں منتظر کرشمے کا
یہ ایک ہجر کھڑا کب سے میری راہ میں ہے

سبھی رقیب ہیں میرے ہیں جس قدر احباب
تھا جو بھی ساتھ مرے اب تری سپاہ میں ہے

ہوں میں تو راہیٔ شبِ ہجر کا مگر دیکھو
ازل کی صبح سے یہ بادلِ سیاہ میں ہے

یہ بھی زبان ہے تیری جو بولتا ہوں میں
دیا ہے دل تجھے جب سے تری پناہ میں ہے

ہوئی ہیں نم مری آنکھیں جو روز فرقت بھی
یہ ٹھہری ایک حلاوت جو اس گناہ میں ہے

○

ہجر میں جو قضا کو یاد کیا
کہو یوں بے وفا کو یاد کیا

سامنے اپنے اس کو پایا ہے
میں نے بھی ہے خدا کو یاد کیا

بیٹھ کر دشتِ ہجر میں میں نے
پھر اسی بے وفا کو یاد کیا

جسم میرا لہو لہو جو ہوا
تیرے تن کی قبا کو یاد کیا

ہر مصیبت رہی ہے مجھ سے دور
جب بھی ماں کی دعا کو یاد کیا

چاند شرما کے بادلوں میں چھپا
جب بھی تیری حیا کو یاد کیا

○

اب یہ کیسا غم ہے دل میں
کیوں یہ محبت کم ہے دل میں

داغ مٹا ہے حسرت والا
سوگ کا اک عالم ہے دل میں

آج نہیں چین آیا دل کو
آج سہولت کم ہے دل میں

عشق کی ذات کو پہچانو گے
بولو کتنا دم ہے دل میں

مر گیا عاصم کب کا آخر
اب بھی کیوں ماتم ہے دل میں

تو جو دل میں مرے نہیں ہوتا
گر جھکائے نہ میں جبیں ہوتا

چاند سے تجھ کو جھانکتا رہتا
میں فلک اور تو زمیں ہوتا

کھول رکھا ہے در یہ دل کا جو
کاش دل کا کوئی مکیں ہوتا

چھوڑ کر تو گیا مجھے جب سے
تب سے سر درد بھی نہیں ہوتا

عشق کے در سے مل ہی جاتا کچھ
کامل اپنا اگر یقیں ہوتا

رہتے ہم بھی حیات بھر گر تو
تیرے جو ملنے کا یقیں ہوتا

چومتا تجھ کو نیند میں عاصمؔ
خواب کتنا وہ پھر حسیں ہوتا

○

اُداس ہوں میں کیوں بیمار مجھ سے پوچھتے ہیں
یہ لوگ عشق کا معیار مجھ سے پوچھتے ہیں

قمر زمیں پہ اُتر آئے جیسے میرے لیے
وصالِ یار کے آثار مجھ سے پوچھتے ہیں

قدم بھی رکھ کے مرے دل پر روک کر سانسیں
یوں لوگ وقت کی رفتار مجھ سے پوچھتے ہیں

یہ دل کیا تیغِ نظر سے ہی کاٹ دوں اب کے
وہ تھامے ہاتھ میں تلوار مجھ سے پوچھتے ہیں

مثال چاند کی دیتا ہوں سب کو میں عاصمؔ
جو لوگ آپ کے رخسار مجھ سے پوچھتے ہیں

○

تو روح میں نہیں دل میں اُتار زخموں کو
قرار پھر ملے گا بے قرار زخموں کو

یہ بس گئے ہیں مرے دل میں آ کے صدیوں سے
اکیلا میں ہی ملا راز دار زخموں کو

مہک اُٹھے ہیں مرے زخم تیرے آنے سے
یہ تو نے بخشی ہے کیسی بہار زخموں کو

قبا پہن کے یہ حسرت کی مسکراہٹ اب!
یوں میرے دل کے چھپائے ہزار زخموں کو

ترے خمار میں اسے وصل مسکرایا تھا
ہنسی نے کر دیا ہے سوگوار زخموں کو

تجھے وہ ملنے شبِ وصل آئے تھے عاصمؔ
یہ بات گزری ہے کیوں ناگوار زخموں کو

پہلو میں بیٹھوں جب بھی جنت لگے ہے مجھ کو
یہ وصل ہجر ہی کی اُجرت لگے ہے مجھ کو

تو دھوپ ہے کبھی ہے فرقت کی تیز بارش
موسم بدلتا تیری فطرت لگے ہے مجھ کو

آتی ہے جب جگانے یہ یاد تیری مجھ کو
پچھلے پہر یہ شب کے آفت لگے ہے مجھ کو

میں کب رہا تغافل اُلفت سے تیری جاناں
تیرا یوں بھول جانا غفلت لگے ہے مجھ کو

کرتی ہے باتیں مجھ سے آنکھوں سے اپنی اکثر
سوچوں کبھی جو عاصمؔ اُلفت لگے ہے مجھ کو

O

آنکھوں سے بہتا چشمہ میرا رہا مقدر
ان اشکوں کا ہی پہرہ میرا رہا مقدر

مالک تھا زندگی کا سر ہی جھکائے رکھا
چوکھٹ پہ تیری سجدہ میرا رہا مقدر

سرکش تھا دین اُلفت کا دربدر رہا میں
یوں غم زدوں کا فرقہ میرا رہا مقدر

حاکم جو تھا ہمارا بھرتا رہا شکم وہ
مفلس جو تھا میں فاقہ میرا رہا مقدر

وہ اشک بن کے بہتا تھا آنکھ سے یوں عاصم
اشکوں سے اپنے رشتہ میرا رہا مقدر

○

یہ شہر خموشاں ہے گماں دیر سے ملتے
اس دشت میں منزل کے نشاں دیر سے ملتے

اب ریت یہ صحرا کی بنے گی تیرا مسکن
فرقت کے مگر یار مکاں دیر سے ملتے

تم اشک حسیں آنکھوں کے پی لینا خوشی سے
اب ہجر میں یوں دریا رواں دیر سے ملتے

ہم ملنے کو آتے ہیں تیرے خوابوں میں ہر روز
اک رات ہی پڑتی ہے کہاں دیر سے ملتے

الفاظ بھی اب ہو گئے بوڑھے مرے عاصمؔ
اب ڈھونڈنے پہ لفظ جواں دیر سے ملتے

○

تنہا نہیں ہوں رت بھی ہے صحرائی میرے ساتھ
تنہا نہیں ہوں رہتی ہے تنہائی میرے ساتھ

کیسے بھلاؤں خون میں شامل ہے یہ مرے
جاؤں جدھر بھی رہتا ہے سودائی میرے ساتھ

سنتی ہے تیرا ذکر زباں سے میری ہوا
سوچوں گا میں، ہے کس کی یہ گویائی میرے ساتھ

تنہا گزر رہا ہوں محبت کے بحر سے
بس تیری آرزو کی ہے شہنائی میرے ساتھ

ہے آرزو، جگائیں مجھے آ کے تیرے خواب
جب تک رہے یہ آنکھوں کی بینائی میرے ساتھ

○

وہ دور ہیں اُلفت سے وفا خاک ملے گی
اب ارضِ محبت کی فضا خاک ملے گی

اب ہجر کا سورج ہے چمکتا ہوا سر پر
رت وصل کی اب تجھ کو بھلا خاک ملے گی

یہ چاروں طرف تو نے جو دیوار بنا لی
تو کوچہ اُلفت کی ہوا خاک ملے گی

میں خاک ہوں بس تیری محبت میں ہی مر کے
اب روح کی تیری یہ قبا خاک ملے گی

میں روگ لگا بیٹھا ہوں اک ہجر کا عاصمؔ
اس روگی کو اے لوگو شفا خاک ملے گی

○

میرا یقین بن کے گماں بولتا رہا
لیکن وہ شخص میری زباں بولتا رہا

خلوت میں گم رہا وہ خموشی کے ساتھ ساتھ
پر کیا کروں وہ خالی مکاں بولتا رہا

کچھ باتیں کرتا رہ گیا اپنے ہی دل سے میں
لیکن مرا صنم بھی کہاں بولتا رہا

خاموش جس جگہ مجھے رہنا تھا دوستو
آخر یہ میرا دل بھی وہاں بولتا رہا

آیا گیا نہیں جو مرے سامنے کبھی
رہ کر وہ میرے دل میں نہاں بولتا رہا

گرویدہ بے سبب تو نہیں وہ مرا ہوا
عاصمؔ میں پتھروں کی زباں بولتا رہا

●

یہ کیوں رہتی ہیں اب خفا بھیگی آنکھیں
ہے یہ عشق کی اک سزا بھیگی آنکھیں

ازالہ مرے کرب کا کر رہی ہیں
غموں کے لیے ہیں شفا بھیگی آنکھیں

ہیں رکھے ہوئے سوزشِ جاں کو تازہ
مری روح کی ہیں غذا بھیگی آنکھیں

قبا بخشتی ہیں میرے آئینے کو
بدن میرے کی ہیں بقا بھیگی آنکھیں

مرے ساتھ رہتی ہیں بیدار شب بھر
ہیں یہ دیکھنا باوفا بھیگی آنکھیں

میں مر بھی گیا تو مجھے اس کا ڈر ہے
رہیں گی یہ مجھ سے خفا بھیگی آنکھیں

اُداسی کا آخر سبب کیا ہے عاصمؔ
مرے آنسوؤں نے کہا بھیگی آنکھیں

رونق رہے ہو دل کی اُجالوں میں تم رہے
خوابوں میں تم رہے یوں خیالوں میں تم رہے

ہم تھے خطیر بکتے رہے شہر شہر یوں!
تھے قیمتی جو دل کے خزانوں میں تم رہے

ہم مٹ گئے ہیں دہر کے ہاتھوں تلاش میں
تم رت بہار کی تھے زمانوں میں تم رہے

مجھ کو بہا کے لے گئی بارش وہ ہجر کی
اور میری شاعری میں فسانوں میں تم رہے

مجھ کو نہ مل سکا مری اُلفت کا بدلہ جو
یوں زندگی کے سارے سوالوں میں تم رہے

زخمی کیے ہیں پاؤں مسافت میں ہجر کی
عاصمؔ یوں میرے پاؤں کے چھالوں میں تم رہے

○

میں جاتا ہوں جہاں جہاں نوحہ ہے میرے ساتھ
محسوس ہو رہا ہے کہ کوفہ ہے میرے ساتھ

چہرہ مرا فسردہ سا جو آتا ہے نظر
یہ ہجر میں ملا تھا یہ ورثہ ہے میرے ساتھ

زنجیر پاؤں میں پڑی میرے ابھی ابھی
بچھڑا تھا میں جہاں یہ وہ رستہ ہے میرے ساتھ

چہرے سے خوں ٹپکتا ہے اب تک کمال ہے
یہ تیرے عشق کا ہی تو لاشہ ہے میرے ساتھ

پیشانی پر ہے نور کا نقشہ بنا ہوا
چوما تھا میرا ماتھا جو بوسہ ہے میرے ساتھ

بھوکا تھا پیٹ میرا یہ صدیوں سے وصل کا
عاصمؔ وہ اب بھی صورتِ فاقہ ہے میرے ساتھ

○

تو ہے میرے دل کی صداؤں میں شامل
کرے تو بھی مجھ کو دعاؤں میں شامل

ہے مغموم سی جو فضا تیرے گھر کی
مرے نغمے بھی ہیں ہواؤں میں شامل

میرے پاپ تو ہیں بہت سے جہاں میں
محبت بھی ہوگی خطاؤں میں شامل

محبت کی ٹہنی سے پتے گرے تھے
ہوئے وہ بھی آخر اناؤں میں شامل

ڈراتی ہے اب ہجر کی کوک سے جو
تری یاد ہے اُن بلاؤں میں شامل

تو عاصم کو اک پیرہن یوں بنا لے
کبھی اس کو بھی کر قباؤں میں شامل

○

وہ خود سے خفا ہے ۔۔۔ مجھے رونے دو
اسی میں بقا ہے ۔۔۔ مجھے رونے دو

ہے کیسی کسک میری آواز میں
یہ غم کی قبا ہے ۔۔۔ مجھے رونے دو

جو اک زندگی کا تھا ساتھی میرا
بچھڑ کر گیا ہے ۔۔۔ مجھے رونے دو

وہ ساتھی ہے میرے برے وقت کا
کب اُس میں وفا ہے مجھے رونے دو

دلاسہ مجھے دینے آئی ہوا
یہ میری صدا ہے مجھے رونے دو

میں عاصم محبت میں ناکام ہوں
مجھے کیا ہوا ہے مجھے رونے دو

○

مقدر میں شبِ سوزاں نہیں ہے
اے میرے دل تو اب مہماں نہیں ہے

ہے سناٹا در و دیوار پہ اب
مکاں میں زندگی رقصاں نہیں ہے

ورق ہر اک پڑھا ہے میں نے اس کا
کتاب ہجر کا عنواں نہیں ہے!

میں رہتا پھر یوں پابند سلاسل
مری قسمت میں وہ زنداں نہیں ہے

میں واپس لوٹ آیا اس لیے بھی!
ترے ملنے کا اب امکاں نہیں ہے

یہ دشتِ عشق ہے خود سوچ عاصمؔ
یہ کوئی جنگ کا میداں نہیں ہے

○

عشق کا نشتر کہاں سے لاؤں گا
ہجر کا منظر کہاں سے لاؤں گا

جس پہ نیند آئے تری فرقت میں بھی
ایسا اب بستر کہاں سے لاؤں گا

دل نکالو سینے سے اور مارو سنگ
جا کے اب پتھر کہاں سے لاؤں گا

میری اُلفت کا ہے کاسہ تیری آنکھ
اپنا میں ساغر کہاں سے لاؤں گا

گہنا تیرا وصل جھومر ہجر ہے
ایسا اب زیور کہاں سے لاؤں گا

خواب ایسا جس میں تو شامل نہ ہو
آنکھ کے اندر کہاں سے لاؤں گا

گرد ے عاصمؔ دور صحرا کی جو گرد
باوضو رہبر کہاں سے لاؤں گا

O

دیکھتا میں بھی تو چہرہ زیست کا
پینے کو گر ملتا قطرہ زیست کا

زندگی بھی گریہ کرتی پائی ہے
کب سنائی دے گا نوحہ زیست کا

خود ہی کر کے قتل ہاتھوں سے اسے
پھر رہا ہوں لے کے لاشہ زیست کا

موت ہی انجام ٹھہرا ہے مرا
یہ کہاں نکلا ہے رستہ زیست کا

اب بنائے گی نوالہ موت بھی
میں رہا ہوں پہلے لقمہ زیست کا

داستانِ ہجر لکھی میں نے تو
قبر پہ رکھنا یہ کتبہ زیست کا

میری بخشش کا وسیلہ یہ بنے
ساتھ لے کر جاؤں نالہ زیست کا

میں رہا ہستی کے زنداں میں اسیر
سخت تھا مجھ پہ یہ پہرہ زیست کا

یہ نہیں رکتی ہے اک پل کے لیے
تو بنے گا کیسے نقشہ زیست کا

جب قضا کا چہرہ دکھتا ہے مجھے
پھر اٹھائے کوئی پردہ زیست کا

بس نظر آئے گا مجھ کو تو فراق
آنکھ میں ڈالوں جو ذرہ زیست کا

کم کرو عاصم عذابِ قبر اب
لے کر آیا ہوں میں بوسہ زیست کا

دل در پہ تیرے اس طرح نذرانہ کر دیا
مجھ کو تو تیرے پیار نے دیوانہ کر دیا

خوشیاں تھیں زندگی میں تری دوستوں سے کیوں
اس طرح تم نے ختم وہ یارانہ کر دیا

ہم تو تمہارے عشق کے قیدی بنے رہے
یوں زندگی کو ہم نے غلامانہ کر دیا

مجھ کو ملے شفا بھی پیا کے ہی در سے اب
اُلفت کا بھی علاج حکیمانہ کر دیا

ہم نے تو مر کے تیری محبت میں جانِ جاں
دنیا سے پیار دیکھ جداگانہ کر دیا

پونجی تھی میری تیری محبت جواب نہیں
دل کو مرے یہ کیسا غریبانہ کر دیا

○

تل نظر آیا ہے رخساروں پر
کیا گزرتی رہی بیماروں پر

تھی تپش حُسن ترے کی ایسی
چل کے آیا ہوں میں انگاروں پر

مٹ نہیں سکتا ترا نام کبھی
لکھا ہے دل کی وہ دیواروں پر

گیت اُلفت کا سنائیں کیسے
جب کہ پابندی ہے بنجاروں پر

جب نہیں ہے تری قسمت میں وہ
کس لیے بیٹھا ہے درباروں پر

دید سے اپنی نوازو عاصمؔ
تم کرم اب کرو ناداروں پر

○

ہم بھی دیکھیں ذرا یہ تابشِ عشق
ہم کو بھی اب تو جلا آتشِ عشق

تیری حدت سے جلا جاتا ہے من
آگ اندر کی بجھا بارشِ عشق

وصل نے دیکھی ہے لو عشق کی کب
ہجر تجھ کو بھی ہے کیا خواہشِ عشق

میری بربادی کا موجب بنے جو
مجھ کو معلوم ہے وہ سازشِ عشق

ہو گا شفاف یوں عاصمؔ ترا دل
تجھ پہ برسے کبھی جو بارشِ عشق

○

یہ تیرے چہرے سے دکھ آشکار کیوں ہے بتا
حسیں یہ آنکھ تری اشکبار کیوں ہے بتا

مری یہ سانسیں امانت ہیں جب مرے رب کی
بقا کا تجھ پہ مری انحصار کیوں ہے بتا

مجھی پہ جبر کیوں کرتا ہے ہجر بھی تیرا
مرا تو اس طرح یوں غمگسار کیوں ہے بتا

تری یوں بے رخی اس دل کو کیوں رلاتی ہے
دوانہ یہ دلِ بے اختیار کیوں ہے بتا

بسا ہے تو مرے دل میں بھی اور سوچوں میں
تو پھر یہ موسم غم سازگار کیوں ہے بتا

وفا کبھی نہ کیا تو نے وصل کا وعدہ
تو پھر نظر کو ترا انتظار کیوں ہے بتا

○

ہمارے درمیاں کیسی محبت ہے
ہیں آنکھیں بھی مگر اندھی محبت ہے

چلے اُلفت کی رہ پہ اس لیے ہم تو
سنا تھا عشق کی سیڑھی محبت ہے

عقیدت کے چمن میں سنگ پھولوں کے
رہے ہیں کانٹے بھی کہتی محبت ہے

بسا ہے میرے جسم و جان میں یوں تُو
کہ جیسے تو مری پہلی محبت ہے

کہوں گا اتنا تیرے سب سوالوں پر
سنو تم سے مجھے سچی محبت ہے

لے آئی ہے ہمیں یہ دشت میں اب جو
بتا کیوں ہوتی یہ وحشی محبت ہے

ترے جو سنگ ہے اب ہجر میں بھی
لگا عاصم تری باندی محبت ہے

○

شبِ غم کو کبھی روشن تو خدارا کرتے
صبح کے دیپ کی مانند اُجالا کرتے

تو گلابوں کا بدن اوڑھے سرِ رہ ملتا
تجھے چھونے کی کبھی ہم بھی تمنا کرتے

کبھی ہم وصل کی خواہش میں لٹاتے دل و جاں
تیری زُلفوں میں کبھی ہم بھی سویرا کرتے

چلے آتے جو تجھے ملنے کو بارش میں ہم

کبھی یہ کام جو تم ایک ہمارا کرتے

لے کے آنکھوں سے تری خوشنما کاجل عاصم

اپنے چہرے کو کسی روز سنہرا کرتے

O

مرے کب پورے یہ ارمان ہوں گے
کبھی تو تم مرے مہمان ہوں گے

محبت کی کوئی خیرات دے گا
کہ دانستہ بھی ہم نادان ہوں گے

تری آنکھوں میں روشن میری اُلفت
اسی پر لوگ سب حیران ہوں گے

عجب طرزِ سخن ہوگا مرا بھی
وہ جب دل کے مرے مہمان ہوں گے

سرِ محفل وہ آئیں گے جو عاصمؔ
وہ مرا دل وہ میری جان ہوں گی

○

کلام خود سے کرو خود سے گفتگو تو کرو
دیارِ دل میں کبھی خود کو سرخرو تو کرو

سراغ ہستی ملے من میں ڈوب کر تم کو
خیالِ یار میں اشکوں سے تم وضو تو کرو

ملے گا کرب کا دریا الم کے صحرا میں
جہانِ دوستاں میں سوزِ آرزو تو کرو

زبان کی تبھی ہم کو بھی چاشنی ملے گی
بدل کے لہجہ کبھی ہم سے گفتگو تو کرو

محبتیں ہی ملیں گی حیات میں اپنی
ہماری طرح کبھی تم بھی جستجو تو کرو

زمینیں ہجر پہ برسیں گے ابر بن کے ہم
کبھی جو وصل کی بارش کی آرزو تو کرو

طلسم حُسن مجھے بھی دکھائی دے عاصمؔ
جمالِ یار کو تم آج روبرو تو کرو

O

زہر خوں میں ملا لیا جائے
دردِ دل اب مٹا لیا جائے

دل ہے سنسان مثلِ صحرا جو
غم ہی کوئی سجا لیا جائے

بجھ گیا ہے چراغ فرقت جو
آنکھ کو اب جلا لیا جائے

اب نیا عشق کرنے سے پہلے
نام دل سے مٹا لیا جائے

ہجر کے درد سے بھرا کوئی
نغمہ اک اب سنا لیا جائے

پارسائی کو چھوڑ کر خود کو
روگِ اُلفت لگا لیا جائے

ریت ہی ریت بھر گئی مجھ میں
دشت میں گھر بسا لیا جائے

جب تھا زندہ جو کرتے تھے پردہ
قبر پر اب بلا لیا جائے

ذکر جب اُن کا آئے محشر میں
تب مجھے بھی اُٹھا لیا جائے

جب اُجالے کی ہو طلب عاصمؔ
میرے دل کو جلا لیا جائے

○
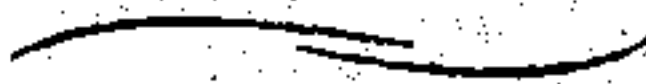
وصل میں لے کے یہ ارماں جو بہم آتے ہیں
آنسوؤں کی لیے سوغاتیں صنم آتے ہیں

خشک ہو جاتی ہیں آنکھیں میری رو رو کر جب
پھر مرے آنسو بھی رکھنے کو بھرم آتے ہیں

دن کو تو بہتے ہیں آنکھوں سے وہ قطرہ قطرہ
رات کو درد ترے سارے بہم آتے ہیں

قول جو توڑتے ہیں اپنی محبت کے خود
وہ مجھے دینے محبت کی قسم آتے ہیں

لے کے خوشیاں ہی وہاں جاتے ہیں جب بھی جائیں
آپ ہر بار لیے گھر مرے غم آتے ہیں

گھر مرے آتے تھے جو روز مجھے ملنے کو
اب وہی لوگ مجھے ملنے کو کم آتے ہیں

لوٹ آتے ہیں سرِ شام جو عاصم گھر کو
ہم غریبوں کا تو رکھنے وہ بھرم آتے ہیں

ہمارے ساتھ سارے ہی دغا کرتے رہیں گے
مگر ہم ان کے حق میں بس دعا کرتے رہیں گے

دیارِ ہجر میں ہم بیٹھ کر لو آج دیکھو
تمہیں پھر یاد کرنے کی خطا کرتے رہیں گے

ترے دامن میں رکھ کر سر جدائی کا اے جاناں
چراغِ صبح فرقت سے گِلہ کرتے رہیں گے

مرے محبوب ادب میں تیری خوشبو کے حوالے
ہوا کے ساتھ ہم خود بھی جلا کرتے رہیں گے

شبِ غم کے چراغوں کو بجھا کر ہم تو آخر
سحر تک سوگ میں تیرے جلا کرتے رہیں گے

جو برہم رہتے ہیں ہم سے ہی اکثر دیکھو ان کو
تو عاصمؔ آج ہم ان کو خفا کرتے رہیں گے

○

قرینے سے مجھے دل میں بسانا
چراغِ شب سمجھ کر پھر جلانا

میں خود جل جاؤں گا اپنی ہی لو سے
نہ بن کر ابر یوں مجھ کو بجھانا

کسک فرقت کی جب محسوس ہوگی
تخیل میں مرے آ کر رُلانا

شب غم میں ستارے جب بھی سو جائیں
قمر بن کے مجھے یوں پھر سلانا

مٹالو نقش میرے دل سے پہلے
نشاں پھر اپنے دل سے بھی مٹانا

مری آنکھیں نہ کرنا تم کبھی نم
کرو وعدہ کبھی یوں مت ستانا

O

جو دن تیری محبت میں گزارا
اسے اب ہجر تیرے نے سنوارا

یہ کیسا رابطہ ہم دونوں میں ہے
کہ تم لو سانس دل دھڑکے ہمارا

تمہی سے ہے تسلسل سانسوں کا بھی
تمہارے بن کہاں میرا گزارا

میں کھنچتا ہی چلا آیا تری سمت
مجھے تو نے کیا کیسا اشارہ

تری چوکھٹ پہ سر رکھا ہے میں نے
جو میرا قرض تھا میں نے اُتارا

میں تھا گرتی ہوئی دیوار عاصمؔ
دیا بڑھ کر مجھے اُس نے سہارا

○

ترے ہی عشق میں پروانہ یہ نہ جل جائے
ہو دور تشنگی پھر، چاہے دم نکل جائے

کشش ہے ایسی مرے ہم سفر کی آنکھوں میں
ملائے جب وہ نظر دل مرا مچل جائے

ہیں نظریں میری جمی صبح وصل پہ ہی اب
خدایا اب تو کسی طور شب یہ ڈھل جائے

یہ دل ہے میرا کسی روتے بچے کی مانند
جو سامنے ترے آتے ہی یوں بہل جائے

یہ معجزہ ہے ترے عشق کا صنم میرے
قریب آ کے ترے میرا دل بدل جائے

ہے آس آج مجھے وصل یار کی عاصمؔ
مری قضا سے کہو آج رات ٹل جائے

○

مجھے وہ چھوڑ کر شبِ وصال میں چلا گیا
عجیب شخص تھا جو سارے خواب ہی جلا گیا

دھواں دھواں ہی کر گیا مری وہ روح تک کو بھی
بچھڑ کے میرے دل میں کیسی آگ سی جلا گیا

سبب بنا تھا میری موت کا وہی تو اک صنم
ترے فراق میں جو زہر تھا مجھے دیا گیا

نہیں ہے آتی نیند بھول کر بھی میری آنکھوں میں
مجھے یہ دن کو جانے کیسے خواب وہ دکھا گیا

کھڑا رہا میں بن کے بت کسی کے پیار میں مگر
ہوا یوں پھر گزر کے پاس سے وہی چلا گیا

تڑپ رہا تھا میں تو پہلے سے ترے ہی ہجر میں
نظر ملا کے آج درد میرا تو بڑھا گیا

O

میں رات عشق کی ہوں تو میری سحر ہے تو
مجھ کو ہے بخشی روشنی جس نے قمر ہے تو

راتیں ہیں اب جو میری فروزاں سبب تو ہے
میری تو زندگی کا اُجالا قمر ہے تو

اُلفت کا اجر جو ملا ہے خوش ہوں اس پہ میں
جو عشق میں ملا ہے مجھے وہ ثمر ہے تو

میں ہو چکا ہوں خاک ترے عشق میں صنم
میں مر چکا ہوں روح میں اب تک مگر ہے تو

دل کی مری ندی میں کہیں غرق ہو گیا
آتا نہیں کیوں سامنے زندہ اگر ہے تو

ہم جب بھی وفا کے گھر گئے ہیں
ہر بار جلا کے گھر گئے ہیں

مت پوچھو چراغوں کا ابھی تو
وہ سارے ہوا کے گھر گئے ہیں

آئینہ نے بھی نظریں چرائیں
جب نظریں ملا کے گھر گئے ہیں

رکھا ہے معطر مجھ کو شب بھر
جو خوشبو چرا کے گھر گئے ہیں

خود روئے مریضِ عشق بن کے!
ہم جب بھی شفا کے گھر گئے ہیں

O

محبت کی بقا بھی چاہتا ہے
عجب ہے وہ وفا بھی چاہتا ہے

میں چھوڑوں تجھ کو تیرے حال پر ہی
تو کچھ اس کے سوا بھی چاہتا ہے

بھلا میرا ہی وہ تو سوچتا ہے
کبھی اپنا بھلا بھی چاہتا ہے

اگر مجرم ہوں میں تیری وفا کا
تو کیوں دینا سزا بھی چاہتا ہے

رکھا تھا زندہ تجھ کو جس فضا نے
اسی گھر کی ہوا بھی چاہتا ہے

تھا جس کا شوق پیراہن وفا کا
وہ اب ایسی قبا بھی چاہتا ہے

○

درپیش مجھ کو ہجر کا گریہ سفر نہ ہو!
دیکھوں میں کیسے پھر مری شب کی سحر نہ ہو

سورج کے ڈر سے ڈوبا سرِ شام آج جو
دیکھو قریب جا کے ذرا وہ قمر نہ ہو

اس نے دعا یہ دی ہے مجھے میں دربدر رہوں
میری دعا ہے یہ وہ کبھی دربدر نہ ہو

شامل تو کر لے دردِ محبت جو آہ میں
ممکن ہے کیسے تیری دعا میں اثر نہ ہو

چھت پہ نہیں جو آئے میری دید کو صنم
ممکن ہے میرے آنے کی ان کو خبر نہ ہو

لازم ہے ساتھ تیرا بقا کے لیے مری
مر ہی میں جاؤں ساتھ ترا جو اگر نہ ہو

ہو تیرگی ہی تیرا مقدر جہان میں
عاصم نصیب میں تری شب کے سحر نہ ہو

○

یہ تیرے عشق میں جو مر رہا ہے
وہ زندہ رہنے کا خوگر رہا ہے

لگا تھا اک محبت میں تری جو
کمر میں دیر تک نشتر رہا ہے

کہاں غافل خیالِ یار سے ہوں
مرا دل ذکر اس کا کر رہا ہے

سکوں کچھ اتنا تیرے عشق میں ہے
مرا دل اب بھی آہیں بھر رہا ہے

بچھڑ جاؤں نہ میں تم سے کہیں اب
مجھے یہ عمر بھر ہی ڈر رہا ہے

وہ دونوں ہاتھ باندھے اب کھڑا ہے
غموں کا جو کبھی خوگر رہا ہے

وطن سے دور ہوں میں جب سے لوگو
نہ میرا گھر نہ میرا در رہا ہے

پڑا ہے زرد تیرا چہرہ جو اَب
کسی کا تو کبھی دل بر رہا ہے

اندھیرا کر دیا ہے تو نے آ کے
تہی اس کے کبھی اندر رہا ہے

سنی کیسے نہیں آواز میری
دلِ برباد میں تو گر رہا ہے

انا تھی تیری شامل اس میں عاصمؔ
تبھی تو عشق بھی ابتر رہا ہے

O

اپنی ہی لاش اُٹھائے میں سحر کرتا ہوں!
روز جو تیری ہی فرقت میں سفر کرتا ہوں

بے وفائی کا ہے جو خوف وہ روز آتا ہے
روز ہی اس کو تو میں شہر بدر کرتا ہوں

تیرے دل تک ہی مجھے کاش رسائی مل جائے
دیکھ لے کیسے میں پھر تجھ پہ اثر کرتا ہوں

سارے ہی شہر کی ویرانیاں لے آتا ہوں
تم کو کیا خود کو میں رسوا یوں اگر کرتا ہوں

آندھیاں ہجر کی بوٹا بھی گرادیں عاصمؔ
ضبط کا پھر میں کھڑا دل میں شجر کرتا ہوں

○

تیرے ہی اک خیال نے مجھ کو کیا نڈھال
اس عشق نے مرا تو ہے جینا کیا محال

اس کی زباں پہ نام ترا ہے جواب میں
اس دل سے میں نے جب بھی کیا ہے کوئی سوال

ممکن نہ تھا جو میرے لیے کام وہ کیا
تم کو بھلا کے میں نے ہے کیسا کیا کمال

جس رت میں پیتے وصل کے یارو نکل نہ پائے
ایسی خزاں کی رت نے ہے مجھ کو دیا ملال

فرقت کو میں نے چن لیا ساتھی جو عمر کا
اُلفت کو اپنی ایسے کیا میں نے بے مثال

عاصمؔ وہ لوٹ آیا تھا جو دور جا کے بھی
پھر ربط کیسے تم نے نہ اس سے کیا بحال

○

غم کے دل میں کئی انبار سے لگ جاتے ہیں!
ہم بھی پھر درد کی دیوار سے لگ جاتے ہیں

خواب میں آنا نہیں کرتے گوارا شب کو
دن کو وہ میرے گلے پیار سے لگ جاتے ہیں

لفظ جو تیری زباں سے ہیں نکلتے اکثر
کاٹنے مجھ کو وہ تلوار سے لگ جاتے ہیں

آنے سے یاد تری درد مرے سارے ہی
خوف سے دل کی وہ دیوار سے لگ جاتے ہیں

دکھ ملے ہیں جو مجھے اپنوں سے گر سوچوں تو
سامنے میرے تو انبار سے لگ جاتے ہیں

جب دعا ماں کی مرے ساتھ ہوا اس پل مجھ کو
رستے دشوار بھی ہموار سے لگ جاتے ہیں

پہلے شرماتے ہیں محبوب مرے مجھ سے ہی
پھر گلے ہو کے بڑے پیار سے لگ جاتے ہیں

دیکھ کر تشنگی یہ تیرے لبوں کی عاصم
ڈر کے آنسو تیرے رخسار سے لگ جاتے ہیں

○

آج تم میری محبت کا ہنر تو دیکھو
پاؤں میں میرے پڑا ہے یہ گہر تو دیکھو

ظلم کرتے ہیں یہ خود اپنی ہی جانوں پر جو
رب مرے کیسے ہیں تیرے یہ بشر تو دیکھو

ہم سفر عشق ہے منزل ہے زیارت ٹھہری
مجھ مسافر کا ذرا تم یہ سفر تو دیکھو

چھین لی ہے مری بینائی تری فرقت نے
کیا ملا ہجر میں مجھ کو یہ ثمر تو دیکھو

رات بن تیرے گزرتی ہے یہ کیسے جانو؟
آ کے تم بھی شب ہجراں کی سحر تو دیکھو

جس کے سائے میں نہ بیٹھا میں تو اک پل کو بھی
چھوڑ آیا ہوں میں جلتا وہ شجر تو دیکھو

ان کے دیدار سے عاصمؔ ہو سویرا اپنا
اپنی آنکھوں کی کبھی تم بھی سحر تو دیکھو

○

مری آنکھوں کو تو صحرا کرے گا
اکیلے میں مجھے سوچا کرے گا

مرا یہ ذکر اور تیرے لبوں سے
محبت کا تری چرچا کرے گا

تجھے جب یاد آئیں گے وہ لمحے
تو آنسو کس طرح روکا کرے گا

نہیں اب پاس اُلفت کا ہے میری
کرے گا یاد اور رویا کرے گا

فلک پہ چاند بن کے آؤں گا میں
دریچے میں الگ بیٹھا کرے گا

بچھا دوں گا میں پلکیں اپنی عاصم
خیالوں سے جو تو گزرا کرے گا

○

وفا کو تیری جو پرکھا نہیں تھا
تبھی تو عشق بھی افشا نہیں تھا

ملا ہے ہجر کا مجھ کو سمندر
مقدر میں مرے صحرا نہیں تھا

میں رویا بعد میں تھا وقتِ رخصت
ان اشکوں کو کہیں روکا نہیں تھا

وفا کے باغ میں تھا ذکر میرا
چمن میں اک ترا چرچا نہیں تھا

نمی تھی آنکھ میں اس کی بھی لیکن!
وہ میرے سامنے رویا نہیں تھا

مجھے تو توڑ ڈالا ہے غموں نے
خوشی سے خود تو میں ٹوٹا نہیں تھا

اُسے میں بیچنے نکلا ہوں عاصمؔ
وہ غم جس کو کبھی بانٹا نہیں تھا

○

خواب میں ہجر کے بازار نظر آتے ہیں
ہم کو یہ عشق کے آثار نظر آتے ہیں

جو لیے پھرتے ہیں پرنور سی آنکھیں اپنی
لوگ وہ صاحب دیدار نظر آتے ہیں

سامنے چاند ہے میرے یا ہے محبوب مرا
جو چمکتے ہوئے رخسار نظر آتے ہیں

ڈوب جاتے ہیں وہی عشق کے دریا میں یوں
لوگ جو چہرے سے فنکار نظر آتے ہیں

ڈالا کاجل جو سرِ شام حسیں آنکھوں میں
آج وہ تو لیے تلوار نظر آتے ہیں

دیکھ لو جھانک کہ خود دیدۂ تر میں عاصمؔ
آنکھوں میں اشکوں کے انبار نظر آتے ہیں

قطعہ

درد کی میرے قبا ہو جیسے
ہجر کی کوئی ہوا ہو جیسے
مثلِ صحرا جو ہوا ہے ویراں
بزم دل میں تو رہا ہو جیسے

○

تیرے چہرے کی تلاوت کی جائے
کبھی اس طور محبت کی جائے

قید کرتے ہیں خیالوں میں تمہیں
کوئی ملنے کی ہی صورت کی جائے

بھول کر ہجر کا غم اب کی بار
وصل کی شب میں قیامت کی جائے

وہ کسی کی نہیں سنتا کوئی بات
کیا بھلا اس کو نصیحت کی جائے

بھول جانے کی کوئی شکل نہیں
اب ترے شہر سے ہجرت کی جائے

لہو انسان کا اب بکنے لگا
خون کی اب نہ تجارت کی جائے

○

جو لوگ کہتے ہیں مجھ کو میں سوگوار نہیں
یہ رو رہا ہے مرا دل میں اشکبار نہیں

مری ہی آنکھوں سے بہتا ہے پانی کا چشمہ
میں مارا ہجر کا ہوں کوئی آبشار نہیں

اٹھائے پھرتا ہوں تیرے دکھوں کا بوجھ یہاں
عجب ہے کہتا ہے تو تیرا غمگسار نہیں

ملا نہیں ہے تو چپ میں نے سادھ لی آخر
میں رویا اپنی محبت پہ بار بار نہیں

نہ جانے کہتی ہیں کیا مجھ سے تیری یہ آنکھیں
یہ جان پاؤں گا کیسے میں ہونہار نہیں

چرا تا کون ہے کلیوں کے رنگ اس سے پوچھ
چمن کے پھولوں کا عاصم میں راز دار نہیں

اس لیے آنکھوں کو ہے زنداں کا دکھ
ساتھ ہے جو عرصۂ دوراں کا دکھ

اب بھی گریہ کرتا ہوں میں روز و شب
اب بھی ہوتا ہے مجھے انساں کا دکھ

کم سُخن کے دل میں ہوں میں بھی مقیم
جانتا ہوں شہرِ خاموشاں کا دکھ

آنکھ بھر کے جب سے دیکھا ہے مجھے
یاد ہے اُس دیدۂ حیراں کا دکھ

تو جو پھرتا ہے اُداسی اوڑھ کر
تجھ کو ہے عاصمؔ غمِ ہجراں کا دکھ

ماں

مری ماں جب بھی مرے خواب میں آ جاتی ہے
روشنی جل بجھے مہتاب میں آ جاتی ہے

جب دعا مانگتا ہوں ماں کے وسیلے سے میں
رحمت باری بھی آداب میں آ جاتی ہے

اب بھی مجھ کو کبھی مشکل پڑے شب میں عاصمؔ
ماں دعا کرتے ہوئے خواب میں آ جاتی ہے

بے نور تری آنکھیں گدا کیسے نظر آئے
اب پیکر اُلفت کی ندا کیسے نظر آئے

گلشن میں یہ رہتی ہے صبا کی طرح موجود
پھولوں کو یہ خوشبو کی وفا کیسے نظر آئے

خود کو یوں کیا قید کبھی گھر میں انا کے
بیمار محبت یہ بھلا کیسے نظر آئے

قندیل مرے وصل کی بھاتی نہیں اک آنکھ
فرقت میں جلایا جو دیا کیسے نظر آئے

کرتا ہے درخشاں شب تاریک کو عاصمؔ
سورج کو یہ جگنو کی ادا کیسے نظر آئے
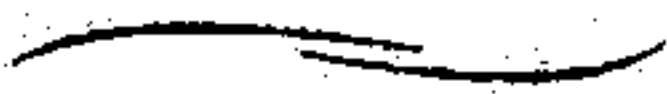
اُداس ہوں میں جو بیمار پوچھتے کیوں ہیں
یہ لوگ عشق کا معیار پوچھتے کیوں ہیں

قمر زمیں پہ اُتر آئے جیسے ملنے مجھے
وصالِ یار کے آثار پوچھتے کیوں ہیں

O

مرے دماغ میں کیوں خلفشار رہتا ہے
یہ کس حسیں کا مجھے انتظار رہتا ہے

گزرتی ہوگی بھلا کیسے اس غریب کی رات
جو اب بھی میرے لیے سوگوار رہتا ہے

میں مثل جگنو ہوں وہ ڈھونڈ لے مجھے آ کر
چراغ ہاتھ میں ہی بے قرار رہتا ہے

دھواں سا میری رگِ جاں سے روز اُٹھتا ہے
وہ دل میں میرے مگر آشکار رہتا ہے

میں بن کے خاک ہی رہتا ہوں دشت حسرت میں
جدائی کا مری اُڑتا غبار رہتا ہے

پیے ہوئے ہوں ترے عشق کی ابھی تک مے
سوار سر پہ وفا کا خمار رہتا ہے

وہ بیچتا ہے مجھے غم مسرتیں لے کر
مگر یہ بات بھی ہے غمگسار رہتا ہے

نصیب عشق کی ہوتی ہیں منزلیں اُس کو
جو شخص ٹوٹ کے بھی برقرار رہتا ہے

جو بات دل سے نکلنے سے پہلے جانتا ہے
اک ایسا ساتھ مرے رازدار رہتا ہے

جو دن کی روشنی میں ہنس رہا ہے جی بھر کے
وہ شب کی تیرگی میں اشکبار رہتا ہے
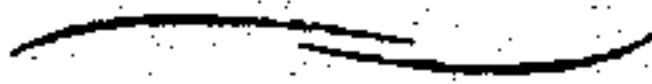
تیری خوشبو

میں چوم کر تیرے لبوں کو
آیا ہوں آج
میرے ساتھ تیری
خوشبو اب رہے گی ساری عمر
میں اس کو رکھوں گا
جاں کے قریب
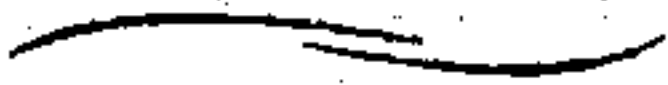
نیا چاند

میں دریا کے کنارے پہ
کھڑا ریت کے چمکتے
ذروں کو بھیگی آنکھوں سے
دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا
کہ اچانک کسی کے ہاتھوں کے
لمس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا
پلٹ کر دیکھا
ڈوبتے سورج کی مدھم کرنیں
مجھ سے مخاطب تھیں

میری آنکھوں سے بہتے

آنسوؤں کو دیکھ کر

مجھ سے یوں کہنے لگیں

تیرا آفتاب ڈوب گیا ہے

تم اب رات کی تاریکی میں

بہتے دریا کے کنارے بیٹھ کر

نئے چاند کا انتظار کرو

○

جانتے ہیں ہم کہ آخر سر ہمارا جائے گا
ہجر کے صحرا سے جب ہم کو پکارا جائے گا

مر کے بھی زندہ رہوں گا میں ترے دل میں سدا
قبر میں جب میری حسرت کو اُتارا جائے گا

ایسے لگتا ہے کہ آنکھوں سے اُجالے چھین کر
شہر میں اب کے چراغوں کو سنوارا جائے گا

تو دریچے میں کھڑا ہو کر بہت روئے گا، جب
تیرے کوچے سے مرا لاشہ گزارا جائے گا

بہہ ہی جائیگی کسی جانب کو آخر ریت بھی
ساتھ دریا کے جو دریا کا کنارا جائے گا

اس وفا کے کارواں میں رہ کے تو عاصم ندیم
راہِ اُلفت میں کسی دن تو بھی مارا جائے گا

perseverance and love of determination continuously persuaded me for the publication of this book. But this book is just like the first writing of a child which proves elegance for him and can be worthless for a criticizer but the verdict of marshal is coming to mind to the effect "no doubt my clothes are torn and old but the same are mine".

My book is a reaction of my ways of life and traditions and is the expression of thoughts of a person as well. When a man in his capacity as a human being is willing to express his internal and external feelings, every person adopts verses, ways, and means to express his own views. I have two ways to adopt either I should give a tongue to my pen or I should give the proof of myself after playing with my brush and colours.

I am thankful to my guides and brothers towards the improvement of pros and cons of my book and its publication who have encouraged me a lot. I pray that God Almighty may keep them happy and prosperous. If they were the gardeners and custodians of literature then this garden would never die.

Yours well-wisher
AsimNadeem

walls. because love is quite, vast and has no comparison with any other property and peace has its value and importance like currency. The unreliable atmosphere of reality changes our life in imprisonment where behind the bars of non-confidence we become the prisoners of solitary confinement. The quiet and frightened bodies miserably attaching with the ventilators of prison get the eveningsof hopes and faith without lit, while the nights get heavy lengthy and cold. In such severe examinations with the support of our heart, the morning of our life has to be awaited. The entire beauty of life is because of its existence, develops various dreams in every person. Life has opened doors of love and its awakening for me. I have a great regard of its bitterness as well as its encouragements at equal level. I love them. That is why I have accepted its pros and cons with the core of my heart. Sometime it invites me with its open arms and on certain occasions, it changes its direction in an angry mood. Even then, I believed its love. It use to pass side by me while involving me in pain and torture. Its love and untoward issues are evident from my poems and verses.

I know only to that extent the verse covers me like a cloud and its rains like a rainy season. By and large, I involve myself in such state of affairs, then my soul gets fired. When the body issaturated, even then the heart starts burning. When the fog of cloud changes it into the smoke of fire I remain ignorant of this change. Despite this fact that the relationship of word and pen is very delicate even then my pen in my shivering hands proceeds to create wordsthe pros and cons of the words disintegrate and finally improve themselves. I still realized that my relationship with my verses is not so strong and it needs sufficient improvements to know itseventualities. But despite these hurdles, I am trying to bring first book of my poetry in public. I know that the weaknesses and faults in this book would remain concealed to the poets. But my full

language it would go on becoming literature. Not all the dreams become reality but some dreams become the fuel of our affinity. The passion of affinity of self-determination amounts to that self-awakening which is not within our limits but to continue it is own necessity. Incase our compulsion is supported by our determination then the success would be achieved.

Life is a non-familiar reflection of such an infinite faceless dreams, which remains enchantment of dreams and wishful thinking throughout the life. But marks of anyone appeared to prominent and anyone of them could become an excellent. It is that art which has to test the skilled and non-skilled both. The self-discovery is infect the art of that sculpture by which we are detailed by giving an axe in our hand to do well proportion. Go and hunt yourself as much as you can. You should suffer pain, sustain hurt and show from raw to pure gold, from stone to diamond and from rock to monument. We often do not yet anything except to cause injury to ourselves. The Journey of life often comes to an end.

A man always feels comfortable while running after non-achieved things. I treat the destination as an illusion. To me the journey is the real base of life. The need of destination is desired by means of which the journey passes pleasantly. The destination is nothing but is frozen paradise. Just is an affinity of person who has to face affinity would face its consequences. I love dreams and illusions. I like relevance, attachment and search of non-achieved things. To my belief, humanity is a first religion, peace, and law and order is the basic right of life.

I am resident of the world of feelings. Where due drops on the tips of thorn and appeared to be crucified and where the smile of innocent child, looks the most beautiful scene of the universe. I wish that any corner of the courtyard of my country should not be without light and sunlight of the depression should not be visible on ridges of

Full name: Asim Nadeem
Father's Name: Manzoor Hussain

On 01.02.1981. I was born in Gujrat. My father was employed in Railways department. Because of non-availability of sources, I could complete my education upto matriculation from Government High School, Narowali. After qualification in my matric education in 1998. I remained in search of my livelihood for four years. In 2002, I went to England. Since then I find myself in a grave, according to me a foreign country is a grave in which the torture has to sustain less after death.

I was fond of poetry since my childhood. I used to read the diary of my uncle Muhammad IlyasQamar who was a poet i.e. why I developed this desire. At its outset, I wrote a poem for my prophet while I was 15years old. Thereafter because of family circumstances, I did not pay any attention to it. After my arrival in England, I remained busy in search of my livelihood. That is why I had no opportunity to write. In 2010 after 08Years when I went to Pakistan for the time beingI had a sigh of relief. After my meeting with my relatives and friends, I came back. In 2012, I started writing. I was ignorant of knowledge of solicitation. I started posting my verses on my facebook. I have face a lot of criticismand then one day I had to come across my beloved friends Shakir Ali Shakir& Ismail Ijaz on the facebook. They made me understand about the knowledge of transmitting of views and thereafter I myself started taking pain. Today, I have been able to transfer my different thoughts at one scale. Because of non-accelerated academic qualification to my credit. I could not read so much. But now I have been able to understand a line of discrimination can be drawn between the literature and literary language from common language. However, the society which deems proper and decorative pronunciation can be treated as literature. Obviously, it is based on beauty. By and largely the eleganceadds itself in the

نیا چاند
میں دریا کے کنارے پہ
کھڑا ریت کے چمکتے
ذروں کو بھیگی آنکھوں سے
دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا
کہ اچانک کسی کے ہاتھوں کے
لمس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا
پلٹ کر دیکھا
ڈوبتے سورج کی مدھم کرنیں
مجھ سے مخاطب تھیں
میری آنکھوں سے بہتے
آنسوؤں کو دیکھ کر
مجھ سے یوں کہنے لگیں
تیرا آفتاب ڈوب گیا ہے
تم اب رات کی تاریکی میں
بہتے دریا کے کنارے بیٹھ کر
نئے چاند کا انتظار کرو
نستعلیق
Publications
غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
nastalique@yahoo.com
03004489310 - 04237351963